اسلام کا قانون تعزیر

بدنی سزائیں

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر

ترجمہ : م ۔ ش ۔ شیرازی

درج ذیل سطور عربی کتاب "التعزیر فی الشریعة اسلامیه" سے بصورت ترجمہ و تلخیص ماخوذ ھیں ۔ اس سے پیشتر اس کی ایک قسط فکر و نظر دسمبر ۱۹۷۰ میں شائع ھو چکی ھے ۔ (مدیر)

تعزیری سزائیں متنوع اور بے شمار ھیں ۔ مثلاً بدنی سزائیں جن میں سے کوڑے مارنے کی سزا اور سزائے موت اھمیت کی حامل ھیں ۔ ان سزاؤں میں سے بعض ایسی ھیں جن کے ذریعے انسان کی آزادی سلب ھوتی ھے ۔ مثلاً سزائے قید اور ملک بدر کر دینا ، اور بعض مالی سزائیں ھیں ۔ علاوہ ازیں متعدد دوسری سزائیں ھیں ۔ یہاں پہلے ھم بدنی سزاؤں سے بحث کریں گے مثلاً سزائے موت اور بید زنی ۔ ان کی اھمیت کے پیش نظر ان پر علیحدہ علیحدہ ابواب میں بحث مناسب ھوگی ۔

سزائے موت

جواز ۔ اس سے قبل ھم یہ بحث کر چکے ھیں کہ اسلامی قانون نے قتل عمد میں بطور قصاص سزائے موت کا حکم دیا ھے ۔ نیز محصن کے ارتکاب زنا ، جرم ارتداد ، جرم بغاوت (مع اختلافات فقہاء) کے بارے میں سزائے موت کے

احکام پر اس کتاب کی ابتدا میں ہم بحث کر آئے ہیں۔

لیکن ایک اہم سوال یہ ہے کہ آیا یہ انتہائی سزائیں تعزیری جرائم پر بھی جائز رکھی گئی ہیں یا نہیں ؟

حاشیہ ابن عابدین میں اس پر بحث کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ حنفیہ کے اصول کے مطابق جن جرائم پر سزائے موت مقرر نہیں ہے مثلاً کند آلے سے قتل یا خلاف فطرت فعل کا ارتکاب، ان جرائم کے ارتکاب پر حکومت وقت سزائے موت دے سکتی ہے، بشرطیکہ مجرم بار بار ان جرائم کا ارتکاب کرے۔ نیز حکومت وقت کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو وہ مقررہ سزاؤں (حدود) سے زیادہ سخت سزا بھی دے سکتی ہے۔ ابن عابدین نے یہ اصول حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ سے منقول ان روایات سے اخذ کیا ہے جن میں آیا ہے کہ حضورؐ اور صحابہؓ ایسے جرائم پر سزائے موت دیا کرتے تھے، جہاں مصلحت کا تقاضا ہوا کرتا تھا۔ ایسی سزا کو سزائے موت بطور مصلحت کہا جاتا ہے۔ اس سے حنفیہ کا یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حکومت وقت کو یہ اختیار ہے کہ ایسے جرائم پر جن کے مماثل جرائم میں سزائے موت مشروع ہو، بطور تعزیر سزائے موت دی جاسکتی ہے، جہاں مجرم نے بار بار جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ اس اصول کے مطابق اکثر فقہاء نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اہل ذمہ میں سے جو شخص اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے اسے سزائے موت دی جاسکتی ہے، اگرچہ جرم میں ماخوذ ہونے کے بعد وہ مسلمان ہو جائے۔ اس سزا کو بھی وہ بطور مصلحت و تادیب سزا دہی کہتے ہیں۔ اسی طرح عادی چور کو بھی سزائے موت دینا جائز ہے، اگر اس نے بار بار جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ علاوہ ازیں بار بار گلا گھونٹ کر قتل کر دینے والے کے لئے بھی سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ کیونکہ ایسا

مجرم دراصل خدا کی زمین میں فساد پھیلاتا ھے۔ اور فقہاء نے لکھا ھے کہ ایسے مفسد کے وجود سے دنیا کو بذریعہ سزائے موت پاک کرنا ضروری ھے۔ یہی حکم سحر کرنے والوں اور ایسے بے دینوں کا ھے جو بے دین ھونے کے ساتھ ساتھ اور لوگوں کو بھی بے دینی کی دعوت دیتے ھیں، جب کہ وہ اس جرم میں توبہ سے پہلے ھی ماخوذ ھو جائیں۔ یاد رھے کہ پکڑے جانے کے بعد ان کی توبہ بھی قبول نہ ھوگی اور انھیں لازماً قتل کر دیا جائے گا۔(۱)

مالکیہ نے بھی بعض جرائم پر بطور تعزیر سزائے موت کو جائز قرار دیا ھے۔ مثلاً مسلم جاسوس جو مسلم ریاست کے خلاف دشمنوں کی جاسوسی کرے، جو شخص بدعات کی پیروی کی طرف دعوت دے۔ یہ بھی کہا گیا ھے کہ امام مالک نے قدریہ کو سزائے موت دینے کو جائز رکھا ھے۔(۲) اس لئے نہیں کہ وہ مرتد ھیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے نظریات کی وجہ سے ذھنی آوارگی پیدا کرکے فساد پھیلانے کا ارتکاب کرتے ھیں۔(۳)

شوافع کے نزدیک ایسے مبتدع کو سزائے موت دینا جائز ھے جو لوگوں کو خلاف کتاب و سنت بدعات کی طرف دعوت دے۔ بعض لوگوں نے یہ رائے بھی دی ھے کہ فعل خلاف وضع فطری کا ارتکاب کرنے والے دونوں فریقوں کو قتل کر دیا جائے اور یہ کہ اس معاملہ میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے فرق کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا جائے۔ مفصل بحث آگے آرھی ھے۔(۴)

بعض حنابلہ اس طرف گئے ھیں کہ اگر کوئی مسلمان جاسوس اسلامی ریاست کے خلاف کسی غیر مسلم دشمن کے لئے جاسوسی کرتے ھوئے پکڑا جائے تو اسے سزائے موت دینا جائز ھے۔ علامہ ابن عقیل بھی ایسے ھی لوگوں کے ھم خیال ھیں۔ اسی طرح بعض حنابلہ اس کے قائل ھیں کہ دین میں بدعات کی طرف بلانے والے مبتدع کو بھی بطور تعزیر سزائے موت دی جا سکتی

ھے - نیز جس مجرم کے شر و فساد سے سوائے سزائے موت کے کسی اور صورت میں چھٹکارا حاصل نہ ہوسکتا ہو اسے بھی یہ سزا دینا جائز ھے - یہی حکم اس مجرم کے لئے ھے جو شر و فساد کا عادی مجرم ہو اور مقررہ حدود کے ذریعہ وہ جرم کے ارتکاب سے باز نہ آرہا ہو۔

ان فقہاء نے اس اصول پر کئی استدلال کئے ھیں (۱) مثلاً یہ کہ چوتھی بار شراب پینے والے کو بطور سزا قتل کرنا جائز ھے - امام احمد نے اپنی مسند میں دیلم حمیری سے روایت کی ھے - وہ کہتے ھیں کہ میں نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ''رسول خدا ! ہم ایک ایسی سرزمین میں رہتے ھیں جہاں ہمیں بے حد مشقت سے کام کرنا پڑتا ھے - ہم گندم سے شراب بناتے ھیں اور اس شراب کی وجہ سے ہم پر قوت ہوکر بسہولت اپنے کام کرتے ھیں - نیز ہمارے علاقے میں جو شدید سردی پائی جاتی ھے اس کے لئے بھی یہ بہت مفید ھے،، - آپ نے فرمایا ''کیا وہ نشہ آور ہوتی ھے،،؟ اس نے کہا : ''ہاں،، - آپ نے فرمایا : ''تو پھر اسے ترک کر دو،، - میں نے عرض کیا : ''لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں،، آپ نے فرمایا : ''اگر وہ اسے کسی صورت میں نہیں چھوڑتے تو پھر انہیں قتل کردو،، -

(۲) یہ کہ فساد فی الارض پیدا کرنے والے کی مثال ایک حملہ آور جیسی ھے - اگر حملہ آور سے سوائے قتل کے جان بچانا ممکن نہ ہو تو اسے قتل کرنا جائز ھے -(۵)

ایک سوال :

بعض حضرات نے اس ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بحث کی ھے - آپ نے فرمایا : ''جو مسلمان اللہ تعالی کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو، سوائے تین جرائم کے اور کسی صورت میں اس کی جان لینا جائز نہیں ھے : قتل کے بدلے قتل، شادی شدہ کی جانب سے زنا کے ارتکاب

پر قتل اور دین کو چھوڑنے والے، الجماعت سے دور ہونے والے کا قتل،،۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے موت صرف تین ہی صورتوں میں دی جاسکتی ہے۔ یعنی ناجائز قتل عمد، محصن کی جانب سے ارتکاب زنا اور ارتداد۔ بعض علماء نے اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سزائے موت صرف تین ہی صورتوں میں جائز ہے۔ اسی حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے۔

لیکن اس حدیث کے اس عمومی مفہوم کے معارض بھی متعدد احادیث مروی ہیں، جن میں منصوص طور پر بتایا گیا ہے کہ ان تین حالات کے علاوہ بھی بعض دوسرے حالات اور جرائم بھی ایسے ہیں جن میں سزائے موت دی جا سکتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے: ”جو شخص خروج کرے اور دوسرے لوگوں کو بھی خروج کا حکم دے اور اس کا مقصد امت میں تفرقہ ڈالنا ہو تو اسے قتل کردو،، دوسری حدیث ہے: ”جو شخص قوم لوط کے عمل کا ارتکاب کرے اسے قتل کر دو،، ایک دوسری حدیث ہے: ”جو شخص کسی چوپائے سے شہوت رانی کرے اسے قتل کر دو،،۔ نیز بعض فقہاء نے قدریہ کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے اہل بدعت کے قتل کا فتویٰ دیا ہے -----۔ اور بعض نے زندیقوں(۶) اور ساحروں(۷) کے قتل کا حکم بھی دیا ہے۔

بعض علماء نے ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں (اور سزائے موت کی صرف تین ہی صورتوں کی حمایت کی ہے) مثلاً خروج والی حدیث میں انھوں نے قتل سے مراد حبس دوام لیا ہے تاکہ وہ خروج نہ کر سکے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ لیکن یہ توجیہ حدیث کی صراحت کے خلاف ہے۔ بد فعلی اور بہائم کے ساتھ شہوت رانی کی سزا سے متعلق احادیث کی صحت پر اعتراض کیا گیا ہے اور اگر صحیح بھی ہوں تو وہ حد زنا میں داخل تصور ہوں گی۔

لیکن ان توجیہات پر یہ اعتراض وارد ہوتا ھے کہ عربی زبان میں بد فعلی اور بہائم کے ساتھ شہوت رانی کے لئے مستقل الفاظ استعمال ہوتے ھیں جن کا مفہوم زنا کے مفہوم سے مختلف ھے کیونکہ زبانوں میں ہر مفہوم کے لئے ایک خاص لفظ متعین کیا جاتا ھے۔ علاوہ ازیں ایک فرق یہ بھی ھے کہ علماء کے درمیان زنا کی سزا کے بارے میں مکمل اتفاق پایا جاتا ھے جب کہ ان دو جرائم کی سزا کے بارے میں اختلافات موجود ھیں۔ نیز مذکورہ بالا احادیث میں ان دو جرائم کے لئے جو سزا تجویز کی گئی ھے وہ بعض حالات میں زنا کی سزا سے بھی زیادہ ھے، جیسا کہ اس سے پہلے بحث ہو چکی ھے۔(۸) اہل بدعت، ساحرین اور زنادقہ کے سلسلے میں ان لوگوں کا یہ کہنا ھے کہ ان کے لئے سزائے قتل اس لئے ھے کہ وہ کافر ہو چکے ہوتے ھیں لہذا اس نقطہ نظر سے یہ سزا سرے سے تعزیری سزا ہی نہیں رہتی بلکہ حد ہو جاتی ھے۔ اس سلسلے میں میرا اپنا خیال یہ ھے کہ قدریہ اور اہل بدعت اور ان ھی جیسے دوسرے لوگوں کے لئے سزائے موت اس لئے ھے کہ وہ (اسلامی نظام کے خلاف) اپنی خطرناک جرأت کی بنا پر جرم فساد فی‌الارض کے مرتکب ہو جاتے ھیں اور جو لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ھیں ان کے لئے سزائے موت از روئے نص قرآنی واجب ھے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ پر ھے کہ بعض ایسے اہل بدعت کے لئے بھی سزائے موت کے اقوال ملتے ھیں جن کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچتی جیسا کہ تفصیلات ہم آگے بیان کریں گے۔

حقیقت یہ ھے کہ ان حضرات کو اس حدیث کے سلسلے میں یہ تاویلات کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ وہ اس کے مفہوم کو عمومی طور پر لے رہے ھیں۔ میری رائے یہ ھے کہ اس حدیث کا عام مفہوم ان احادیث کی وجہ سے مخصوص ہو چکا ھے۔ کیونکہ ان احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ھے کہ ان تین صورتوں کے علاوہ بھی بعض صورتیں ایسی ھیں جن میں کسی مسلمان

کو سزائے موت دی جا سکتی ہے -(۹) اس رائے کی تائید میں دوسری دلیلوں کے علاوہ ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن کریم میں آیۃ المحاربہ میں بعض جرائم کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے - اللہ تعالی فرماتے ہیں :

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون

فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع

ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض

(مائدہ ۳۳)

اس آیت میں مجرد فساد فی الارض کےلئےسزائے موت تجویز کی گئی ہے -(۱۰) فقہاء کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ اس آیت کے حکم میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے عملاً قتل کے ارتکاب میں شرکت نہ کی ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں جن سزاؤں کا ذکر ہے ان کے متعلق امام کو اختیار دیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ امام ایسے محاربین کو بھی سزائے موت دے سکتا ہے جنہوں نے قتل کا ارتکاب نہ کیا ہو یا انہوں نے کسی کو لوٹا نہ ہو۔ امام کا یہ اختیار ایسا نہیں ہے کہ جیسے وہ جس طرح چاہے استعمال کرے بلکہ وہ اسے اجتہاد کرکے منصفانہ طور پر استعمال کرے گا اور وہاں استعمال کرے گا جہاں شر و فساد کو دور کرنے کے لئے اجتماعی مصلحت کا تقاضا ہو۔ غرض اس آیت سے یہ لوگ یوں استدلال کرتے ہیں کہ حدیث زیر بحث میں سزائے موت کی جو تین صورتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں آیۂ محاربت (Waging war against state) کی سزائے موت کا ذکر نہیں ہے -(۱۱)

ان دلائل کے علاوہ قرآن مجید نے آیت بغاۃ میں بھی سزائے موت کا ذکر فرمایا ہے۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما
فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی
حتی تفیٔ الی امر اللہ (الحجرات ۹)

اگرچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس آیت میں باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مقصد یہ نہیں ہے کہ انہیں قتل بھی کیا جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکم قتال (جنگ) کے ضمن میں حکم قتل (سزائے موت) خود بخود آجاتا ہے اور باغیوں کے لئے یہ حکم اسی لئے ہے کہ وہ اللہ کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ ظاہر ہے کہ جنگ کا نتیجہ قتل و مقاتلہ ہی ہوتا ہے اور یہ یقیناً ایک ایسی صورت ہے جو واضح طور پر حدیث زیر بحث کے ضمن میں نہیں آتی(۱۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث زیر بحث میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے بطور تعزیر سزائے موت کے عدم جواز پر استدلال کیا جا سکے۔ لہذا اس حدیث میں کوئی ایسی پابندی نہیں ہے جس سے مقننہ کا یہ اختیار سلب ہوتا ہو کہ وہ کسی اہم اجتماعی معاملے میں امت مسلمہ کے بچاؤ اور قومی سلامتی کے لئے یا معاشرے کو شر و فساد سے پاک کرنے کی خاطر بطور تعزیر سزائے موت تجویز نہ کر سکے۔ کیونکہ امت کی اجتماعی سلامتی اور قیام امن ہی ایسے اعلیٰ و ارفع مقاصد ہیں جن کی خاطر سزائے موت جائز اور مناسب قرار دی جا سکتی ہے۔

حواشی

۱ - حاشیه ابن عابدین، ج ۳ص ۱۸۴ ، ۱۸۵ - السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعی و الرعیه، ابن تیمیه ص ۵۵، طبع اول ۱۳۲۲ھ۔

۲ - قدریه، تقدیر کا انکار کرتے ھیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ھیں کہ انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے اور یہ کہ اللہ تعالی شر کا ارادہ نہیں کرتے۔ عام مسلمانوں نے ان کے لئے قدریہ کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ ان پر یہ حدیث منطبق ہو سکے: ''قدریہ اس امت کے مجوس ھیں،، (القاموس۔ تاریخ الجدل۔ استاذ شیخ محمد ابو زهره، طبع ۱۹۳۴)

۳ - تبصرة الحکام ، ابن فرحون، جزء ثانی ص ۲۰۶، طبع اول ۱۳۰۱ھ السیاسة الشرعیه ص ۴۵۔ الحسبة فی الاسلام، ابن تیمیه ص ۴۰۔

۴ - السیاسة الشرعیه، ابن تیمیه ص ۴۵۔ الحسبة فی الاسلام، ابن تیمیه ص ۴۰۔ المهذب، للشیرازی جزء ثانی۔ ص ۲۶۸۔ الاحکام السلطانیة، الماوردی۔ ص ۲۱۲-۲۱۳،

۵ - الحسبة، ابن تیمیه ص ۳۹، ۴۰۔ السیاسة الشرعیة ' ابن تیمیه ص ۵۵۔کشاف القناع ج ۳ ص ۷۴-۷۶۔

۶ - ابن فرحون کے تبصرة الحکام میں ہے: ''ابن سہیل نے کہا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حاتم طلیطلی کے بارے میں فیصلہ کیا گیا کہ وہ زندیق ہے۔ اس پر قبیح الفاظ استعمال کرنے کی شہادت گزری تھی مثلا یہ کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیه وسلم کے بارے میں ''یتیم قریش،، ''حیدر کے مسر،، کے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ نیز وہ کہتا تھا کہ حضور نے زاھدانه زندگی ارادةً نہیں اختیار کی تھی، اگر آپ کو اچھا اور نرم کھانا ملتا تو آپ خراب اور سخت خوراک استعمال نہ کرتے۔ یہ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ احمق تھے۔ نیز وہ کہتا تھا جنابت سے غسل واجب نہیں ہے۔ نیز وہ تقدیر کا بھی منکر تھا۔ وغیر ذالک۔ اس کے خلاف زندیق ہونے کا فیصلہ صادر ھوا۔ اور اسے دار پر چھڑھایا گیا اور اسی حالت میں اسے تیروں سے مارا گیا۔

۷ - احکام القرآن، جصاص، ج ۱ ' ۶۱ طبع ۱۳۴۷ھ۔ انھوں نے حضور کی یہ حدیث نقل کی ہے۔ ''ساحر کی حد یہ ہے کہ اسے بذریعہ تلوار موت کے گھاٹ اتار دیا جائے،،۔

۸ - دیکھئے حدیث لایحل دم امرئ ... اور اس کی تشریح۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری مصنفه حافظ ابن حجر عسقلانی جلد دوئم ص ۱۷۶ اور اس کے بعد۔ طبع اول ۱۳۰۱ھ۔

۹ - نیل الاوطار۔ الشوکانی ج ۷ ص ۱۳۶ اور اس کے بعد۔ طبع دوئم ۱۳۴۴ھ۔ شرح نووی صحیح مسلم جلد ۴ ص ۱۲۹-۱۳۰۔

۱۰ - ابن جریر طبری کہتے ھیں کہ مفسدین فی الارض میں وہ لوگ شامل ھیں جو معاصی کا ارتکاب کرتے ھیں مثلا راستوں میں خوف پھیلانے والے۔ ڈاکے ڈالنے والے۔ اور فسق و فجور کے طور

پر جرأت و بے باکی سے محرمات کا ارتکاب کرنے والے - دیکھئے جامع البیان - ابن جریر طبری ج ٦ ص ۱۳۵، ۱۳٦، طبع اول ۱۳۲۵ھ -

۱۱ - فقہاء میں امام مالک نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے- حضرت ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے اور سعید بن مسیب، عمر بن عبدالعزیز، مجاہد، ضحاک اور نخعی بھی اسی طرف گئے ھیں - دیکھئے الجامع لاحکام القرآن، القرطبی، ج ٦ ص ۱۵۱ - ۱۵۲ - مطبوعه دارالکتب المصریه -

۱۲ - دیکھئے فتح الباری، ابن حجر ج ۱۲ ص ۱۷۹ - ۱۸۰ - نیز ملاحظه ھو الجامع لاحکام القرآن - القرطبی ج ۱٦ - مطبوعه دارالکتب المصریه ص ۳۱۵ اور اس کے بعد تفسیر آیت مذکورہ - احکام القرآن، الجصاص، وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ھیں کہ باغیوں کے خلاف قتال شروع کرنے کے لئے یه شرط ہے کہ باغیوں نے قتال عملاً شروع کر دیا ھو- وہ کہتے ھیں کہ اس آیت سے معلوم ھوتا ہے کہ صرف باغیوں کے اعتقادات کی بنا پر ان کے خلاف قتال شروع نہیں کیا جا سکتا- جب تک کہ خود انھوں نے قتال شروع نه کر دیا ھو- کیونکہ قتال کا حکم تب ہے جب باغی بغاوت شروع کردیں - حضرت علی رضی اللہ تعالی عنه نے باغیوں کے ساتھ یہی طرز عمل اختیار کیا- انھوں نے فرمایا : ''انھیں تین باتوں کی کھلی آزادی ہے- ھم انھیں مساجد سے نہیں روکتے جہاں وہ اپنے اللہ کو یاد کریں - ھم مال غنیمت سے بھی ان کا حصه انھیں پورا ادا کریں گے - جب تک وہ ھمارے ساتھ بمقابلہ کفار لڑتے رھیں گے - اور ھم ان کے ساتھ اس وقت تک مقاتلہ نہیں کریں گے جب تک وہ ھم سے مقاتلہ نہ شروع کردیں،، امام جصاص کہتے ھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم سے باغیوں کے خلاف جنگ کرنے اور انھیں قتل کردینے کے سلسلہ میں کئی متواتر روایات نقل ھوئی ھیں- ایک روایت میں حضرت انس اور ابو سعید نقل کرتے ھیں کہ حضور نے فرمایا : ''میری امت میں عنقریب ھی اختلافات اور تفرقہ بازی ھوگی- ایسے لوگ ھوں گے جن کی باتیں بہت اچھی ھوں گی مگر اعمال بہت ھی خراب ھوں گے - وہ دین سے اس طرح دور بھاگیں گے جس طرح تیر کمان سے بھاگتا ہے --- وہ بدترین مخلوق ھوں گے- پس مبارک ہے وہ جس نے انھیں قتل کیا یا انھوں نے اسے قتل کیا - وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے حالانکه انھیں کتاب اللہ سے کوئی واسطه نه ھوگا، جو ان لوگوں کو قتل کرے گا وہ اللہ کے نزدیک ان سے اچھے درجه میں ھوگا- لوگوں نے پوچھا ! اے رسول خدا ان کی علامت کیا ھوگی تو فرمایا ''وہ حلقوں حلقوں کی شکل میں بیٹھیں گے،، اس کے علاوہ اعمش نے خیثمه، سوید بن غفله کے واسطه سے حضرت علی رضی اللہ کی یه روایت نقل کی ہے- وہ فرماتے ھیں : '' جب میں تم سے رسول خدا صلی اللہ علیه وسلم کی کوئی روایت بیان کروں تو میں اس بات کو پسند کروں گا کہ میں آسمان سے گرجاؤں اور پرندے میری بوٹیاں لے اڑیں، بجائے اس کے کہ میں رسول خدا سے کوئی غلط بات منسوب کروں - اور اگر میں آپس میں کوئی جنگی تدبیر کی بات کروں تو آپ لوگوں کو معلوم ھونا چاھئے کہ جنگ چالوں ھی کا نام ہے- یقین جانو کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے سنا ہے کہ : آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جس کے افراد جوان سال ھوں گے - فکری لحاظ سے کم فہم ھوں گے -

ان کی بات بہترین ہوگی۔ ان کا ایمان ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ اور دین سے اس طرح دور بھاگیں گے جس طرح تیر کمان سے تیز رفتاری سے دور بھاگتا ہے۔ جہاں بھی تم ایسے لوگوں کو پاؤ انہیں قتل کر دو،، امام جصاص فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان اس بارے میں اختلاف رائے نہ تھا کہ اگر باغی سوائے جنگ کے کسی اور تدبیر کے ساتھ راہ راست پر نہیں آتے تو ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے۔ تمام صحابہ کرام نے خوارج کے خلاف جنگ کو جائز سمجھا۔ امام جصاص نے احادیث وغیرہ کی روشنی میں جو بحث کی ہے اس کی روشنی میں میری رائے بھی یہ ہے کہ باغی اگر حکومت وقت کے خلاف ھتھیار اٹھا لیں تو وہ واجب القتل ہوجاتے ھیں اگرچہ قرآن مجید میں صرف یہ ہے کہ امام وقت کو ان کے خلاف جنگ کرنے کا کا اختیار ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا دونوں احادیث میں تو اس بات کی تاکید کردی گئی ہے کہ باغیوں کو قتل ھی کر دیا جائے۔